# رسائل و مسائل

## تعلیمات قرآن کے متعلق بحث

از

جناب چوہدری غلام احمد صاحب پرویز بی۔اے ہوم ڈیپارٹمنٹ دہلی

[ابتداءً جب تعلیمات قرآن پر نقد کیا گیا تھا' اس وقت بحث کو زیادہ طول دینے کا خیال نہ تھا۔ اس لئے صرف اشارات پر اکتفا کیا گیا۔ پھر مولانا اسلم جیراج پوری کے جواب پر نظر کرتے ہوئے ذرا تفصیل سے کام لینا پڑا۔ مگر اب جناب پرویز نے ایک مفصل مضمون لکھ کر دعوت دی ہے کہ ان تمام مسائل پر وضاحت کے ساتھ بحث کی جائے جو تعلیمات قرآن پر تنقید کے سلسلہ میں چھڑ گئے تھے۔ چوہدری صاحب کا مضمون کافی طویل ہے۔ اور جواب اس سے بھی زیادہ طویل ہوتا نظر آتا ہے۔ لہذا ان کے مضمون کو باقساط شائع کیا جائے گا اور ہر قسط کا جواب بھی ساتھ ساتھ درج ہوگا۔ اگرچہ یہ بحث طویل ہے لیکن اُمید ہے کہ ناظرین اس کو دلچسپ اور مفید پائینگے۔ ایڈیٹر]

بحث و نظر میں مقصود اگر تحقیق حق ہو اور روش میں رہے متانت و سنجیدگی تو ایسے اختلافات فی الواقع رحمت کے موجب ہو جاتے ہیں۔ میں نے اپنے مضمون (مطبوعہ ترجمان القرآن بابتہ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ) میں تعلیمات قرآن کا اجمالی سا تعارف کرایا تھا کہ میرے پیش نظر محض اس اسلوب کو نمایاں کرنا تھا جس کے مطابق ہمیں قرآن کریم کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ آپ (مدیر ترجمان) نے اس پر استیعاباً تبصرہ فرمایا۔ چنانچہ آپ کی تنقید۔ صاحب تعلیمات کے جواب اور پھر آپ کی تنقید پر جواب

بہت سے ایسے مباحث سامنے آگئے جن سے قلوب سلیم نے کافی استفاضہ کیا اور ایسے ہی ہیں وہ اختلافات جنہیں رحمت کہا جاتا ہے۔ ورنہ ہندوستان کی عام علمی فضا میں بالعموم اور مذہبی حلقوں میں بالخصوص اختلاف و مخالفت میں کوئی فرق ہی نہیں کیا جاتا اور بحث کا طریقہ بالکل ایسا ہو جاتا ہے گویا بچے کنکوؤں پر لڑ رہے ہیں۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ ترجمان نے اس باب میں نہایت سنجیدہ روش کا ثبوت دیا ہے۔

میں نے اس بحث کو دلچسپی سے پڑھا ہے۔ معلوم نہیں کہ صاحب تعلیمات اب آپ کی تنقید پر جواب کے بعد پھر کچھ تحریر فرمائیں گے یا نہیں۔ ان کے سابق طرز عمل سے تو یہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ بحث و مجادلہ میں طوالت کو پسند نہیں فرماتے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر یہ بحث یوں ہی چھوڑ دی گئی تو اس کے متعدد گوشے تشنۂ تکمیل رہ جائیں گے۔ لہٰذا میں نے جسارت کی ہے کہ ایسے مقامات جن سے کم از کم میں ابھی تک مطمئن نہیں ہو سکا۔ ترجمان کے صفحات پر پھیلا دوں تاکہ مزید تفحص و تدبر میرے اور میرے جیسے دیگر قلوب کے لئے اطمینان و ایقان کا موجب ہو سکے۔ ان فی ذالک لاٰیٰت لاولی الابصار۔

**جن و انس**

جنوں کے متعلق قرآن کریم میں یہ صراحت موجود ہے کہ وہ آتشیں مخلوق ہیں۔ انسانوں سے بالکل الگ، اس میں کسی شبہ یا اختلاف کے گنجائش نہیں۔ البتہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معماروں، بھٹیروں اور غوطہ خوروں کے متعلق تعلیمات قرآن میں یہ حاشیہ دیا گیا ہے کہ "خیال ہو سکتا ہے کہ وہ انسانوں کا ایک طبقہ ہے۔" اس کے خلاف ترجمان نے دو وجہیں بیان کی ہیں۔

(۱) غیر مادی مخلوق کو اللہ نے یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ بشری شکل میں متشکل ہوں اور مرئی و محسوس بن جائیں۔ چنانچہ فرشتے حضرت ابراہیمؑ و حضرت لوطؑ اور حضرت مریمؑ کے سامنے انسانی شکل میں متمثل ہوئے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اُس سے آپ نے جو نتیجہ مستنبط فرمایا ہے کہ جن بھی بشری شکل میں متمثل ہو سکتے ہیں۔ یہ کیسے ثابت ہو گیا۔ اول تو حیرت ہے کہ جنوں کو آپ نے غیر مادی کیسے قرار دے دیا حالانکہ اُن کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے۔ اور آگ مادہ ہے۔ اور عناصر اربعہ مادیہ میں سے ایک عنصر۔ دوسرے یہ کہ قرآن کریم نے اُن کو غیر مرئی بتایا ہے۔

| | |
|---|---|
| اِنَّہٗ یَرٰىکُمۡ ہُوَ وَ قَبِیۡلُہٗ مِنۡ حَیۡثُ لَا تَرَوۡنَہُمۡ (۷ : ۳) | حقیقت یہ ہے کہ وہ (ابلیس) اور اُس کا قبیلہ تم کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم اُس کو نہیں دیکھتے |

اس لئے قرآن پاک کی اس شہادت کے خلاف، محض فرشتوں کے پیکر بدلنے پر جنوں کو مرئی خیال کرنا جس کی کوئی مثال مثل تبدیل پیکر فرشتگان، قرآن نے نہیں دی، درست نہیں ہو گا۔ لہٰذا جب تک جنوں کا مرئی ہونا ثابت نہ ہو جائے، جنود سلیمانی کی مرئی و محسوس ہستیوں کو آتشیں جن ماننے کا قیاس مرجح نہیں ہو سکتا۔

(۲) دوسری وجہ یہ لکھی گئی ہے کہ ملکۂ سبا کے تخت حاضر کر دینے کا جس نے دعوے کیا تھا وہ آتشیں جن تھا۔ کیوں کہ انسان اس پر قادر نہیں کہ ایک گھڑی بھر کے عرصہ میں اتنے فاصلہ سے تخت لا سکے۔

لیکن انسان کے عدم قدرت کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے دراں حالیکہ قرآن کریم کے تمام شارحین اس شخص کو جس نے ملکۂ سبا کا تخت ایک لمحے میں منگا دیا تھا، جن نہیں قرار دیتے، انسان ہی قرار دیتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| وَ قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ (۲۷ : ۳) | اور اس شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہا کہ میں اس تخت کو آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لا دوں گا |